ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

عبدالرازق ❁
ڈاکٹر فاروق انجم ❁❁
نظام الدین ❁❁❁

بلوچی لوک کہانیوں میں معاشرتی حقائق کی عکاسی

Reflection of Social facts in Balochi folk tales

By *Dr. Abdul Raziq, Lecturer, Department of Pakistani Languages, National University of Modern Languages, Islamabad.*

Dr. Farooq Anjum, Asst. Prof., Department of Pakistani Languages, National University of Modern Languages, Islamabad.

Nizamuddin, Lecturer, Department of Pakistani Languages, National University of Modern Languages, Islamabad.

Abstracts

Storytelling is one of the basic instincts of mankind. Thousands of years ago when he lived in caves and mountains, tales and stories were parts of their intellectual pursuit. Like any other language, there is a body of diverse folktales available in the Balochi language. Apart from reflecting the enormous imaginative prowess of the bygone storytellers, these folktales also depict the various layers of cultural, linguistic and societal fabric of the ancient times.

From these folktales, one can also estimate the intellectual, religious, cultural and moral progress and decline of the Baloch society. Moreover, these stories are examples of life's

❁ لیکچرر، شعبۂ پاکستانی زبانیں، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد
❁❁ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ پاکستانی زبانیں، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد
❁❁❁ لیکچرر، شعبۂ پاکستانی زبانیں، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

vicissitudes, truth and reality, sweet and bitter realities of life. Balochi folktales have many aspects. They reiterate on some oldest concepts and ideas which are integral parts of the Baloch code of conduct like honouring one’s words and showing respect to womenfolk. Moreover, the society depicted in these folktales is based on the principles of humanity. Timely dispensation of justice is the crux of this humane society. As is the case with folktales of other languages, other than human beings, Balochi folktales are also replete with giant monsters, jinn, witches, fairies and other supernatural elements.

Keywords: Balochi, Folk tale, Folk literature, Facts, Reflection, Society, Civilization, Culture, Religion, Fairy, Jinn, Fable, Parable.

انسان ہمیشہ اپنے دکھ، غم، خوشی، سماجی اور معاشرتی سچائی اور حقیقت کو کسی نہ کسی طریقے سے ظاہر کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اس لیے ہزاروں سال پہلے کی کہانیوں میں بھی انسانی معاشرے کے تمام نشیب و فراز نظر آتے ہیں۔ ویسے تو کہانیاں اور حکایتیں، ماضی کے واقعات کا بیان انسانی فطرت کا حصہ ہیں۔ ہزاروں سال پہلے جب لوگ پہاڑوں غاروں، جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے تھے، اس زمانے میں کہانیاں اور حکایتیں بھی زیرِ بحث تھیں۔ یعنی کہانیوں سے انسان کا رشتہ ہمیشہ رہا ہے۔ لوک کہانیاں کسی نہ کسی تاریخی، ثقافتی اور لسانی پس منظر کی عکاسی کرتی ہیں۔ سماجی پس منظر کے تناظر میں خوب صورت واقعات اور حکمتیں نظر آتی ہیں جن کے ذریعے ہم ماضی کے دریچے دیکھ سکتے ہیں اور قدیم سماجی اور تاریخی حقائق کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ انھی لوک کہانیوں سے انسانی معاشرے کی فکری اور اخلاقی ترقی اور زوال کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

> کسی بھی زبان میں لوک ادب کے سرمایے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ لوک ادب انسان کا وہ سرمایہ ہے جو اس کی زندگی کو اس کے ادبی تہذیب و تمدن اور ثقافت کے اظہار سے ملاتا ہے۔ سماج کے نشیب و فراز، اس کے نظام ترکیبی اور اس کی گنگا جمنی بو قلموں کیفیتوں کو جس طرح لوک ادب ظاہر کرتا ہے وہ اس کی اہمیت کا ثبوت ہے۔ [۱]

لوگ عام طور پر لوک کہانیوں کو جنوں، پریوں اور دیگر خیالی تخلیق قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ لوک کہانیاں دنیا کے تمام ادب کی بنیاد ہیں اور زندگی کے ہر پہلو میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا ان کا سائنسی مطالعہ کر رہی ہے۔ ہم داستانوی اور کلاسیکی ادب میں بھی لوک کہانیوں کے اثرات دیکھ سکتے ہیں۔ آج اگر ناول، افسانے، کہانیاں (جدید کہانیاں)، ناولٹ، افسانے اور کہانیاں، مثنویاں اور داستانیں تخلیق ہو رہی ہیں یہ تو سب لوک کہانیوں کی مرہونِ منّت ہے:

> اُمراوتی کی کتھائیں، ایسپ کی کہانیاں، مہاتما بدھ سے منسوب لوک کہانیاں، جین شاستر، پنچ تنتر، کلیلہ دمنہ، عیار دانش، بوستانِ خیال، کتھا سرت ساگر، ہتو پدیش، برمت کتھا، تک شک ستپتنی، بے تال پیتسی، سنگھاسن بتیسی، چندر کانتا، وکرم اور بے تال، ہزار داستان الف لیلہ، ست سندھی، داستانِ امیر حمزہ، طلسم ہوش رُبا وغیرہ اس قسم کے سیکڑوں داستانوی مجموعے لوک کہانیوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیے گئے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ فارسی زبان کے سب سے بڑے صوفی شاعر جلال الدین رومی کی مثنوی میں بھی عوامی کہانیوں کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے ادب کی بنیاد اور ماخذ لوک ادب ہے۔ (۲)

لوک کہانیاں خواہ مغرب کی ہوں یا مشرق کی، ان سب میں جنات، پریوں کی کہانیاں، نیکی کا درس، برائی سے بچنے، محبت کی راہیں، زندگی کی پرواہ نہ کرنے والے جنگجو، جنات اور پریوں کے خلاف مزاحمت کرنے والے ہیرو نظر آتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تاریخ بذات خود انسانی زندگی کا بیانیہ بھی ہے اور اس سے جڑے بہت سے حقائق بھی۔ یہ کہانیاں انسانوں کے لیے نصیحت بھی ہیں اور حکمت کی باتیں بھی۔ اسی لیے کوئی بھی کہانی بے مقصد نہیں ہو سکتی۔ ان کے بغیر ہم اپنے ماضی کے اچھے اور برے کارناموں کی تمیز نہیں کر سکتے، ان کے بغیر نہ ہم حال کے بارے میں کچھ جان پاتے ہیں اور نہ ہی مستقبل کو محسوس کر سکتے ہیں کہ انسان کا مستقبل کیسا ہو گا۔

> ایک طرف لوک کہانیوں نے قدیم زمانے کا تہذیبی علم فراہم کیا ہے تو دوسری طرف لوک کہانیوں کے کرداروں نے اچھائی اور برائی، رواداری یا ناانصافی کے نتائج بتائے ہیں...... کہانیوں کا انسان سے نسبت رکھنا اور پھر یہی نسبت کو برقرار رکھنے کے طور طریقے، اُن کی مستقبل یا ان کی وجود کی لامتناہی تحدید، اچھائی کا خرابی پر، نیکی کا برائی پر

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

> ہر حال میں فتح یابی، برائی کا انجام برا اور بھلائی کا نیک نتائج کے درس دیتے ہیں۔ ان لوک کہانوں کے مقاصد ماضی اور اَن دیکھے مستقبل کو معنی دینا ہے۔ (۳)

یہ ایک المیہ رہاہے کہ داستانوی ادب میں بعض مفکرین نے یہ غلط نظریہ پیش کیا ہے کہ فکشن "حقیقت" سے بہت دور ہوتا ہے اور اکثر جھوٹی اور خیالی چیزوں اور واقعات سے بنا ہوتا ہے جو کسی طرح سچ اور حقیقی نہیں ہو سکتیں۔ شاید وہ بھول گئے ہیں کہ جس دور میں جب یہ کہانیاں تخلیق ہوئی ہیں، اُس دور میں ان کی اہمیت وحیثیت رہی ہوگی، اور چوں کہ آج کے انسان کی ضروریات بدل چکے ہیں اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں ان کہانیوں کے کرداروں کو کوئی ماننے کو تیار نہیں۔ اگر پوچھا جائے حقیقت پسندی کے اس دور میں ان کہانیوں کی کیا اہمیت ہے تو جواب ہوگا کہ کردار آج بھی اہم ہیں۔ اگر یہ کردار مشہور نہ ہوتے تو ہماری بلوچی لوک کہانیوں کے علاوہ بین الاقوامی ادب ان ہی کرداروں کو اپنی کہانیوں میں شامل نہ کرتا، مثلاً ہیری پوٹر، آئرن مین، ٹام اینڈ جیری، اسپائیڈر مین وغیرہ۔ اگرچہ یہ کردار ہماری حقیقی زندگی سے متعلق نہیں ہیں لیکن یہ ہماری زندگی سے بہت قربت رکھتے ہیں اور یہ کردار آج بھی بین الاقوامی ادب میں نظر آتے ہیں۔ طاہر اسلم گورالکھتے ہیں؛

> ہمارے ہاں تو لوگ فکشن کو حقیقت کے بالکل الٹ کوئی چیز سمجھتے ہیں جبکہ فکشن حقیقت میں حقیقت کی حقیقت کو جاننے کا نام ہے۔ شاید پھر اسی لیے حقیقت کے حقیقت پسند مصنّفین نے فکشن کو فکشن کا نام دے رکھا ہے۔ یعنی Fact +Fiction= Fiction۔ (۴)

لوک کہانیاں مختلف موضوعات وواقعات کا احاطہ کرتی ہیں اور ہر کہانی اپنے اندر زندگی کی برتر سطح پر ایک وسیع معنی ومفاہیم رکھتی ہے اور انسانی سماج کو ایک نئی جہت سے آشنا کرتی ہے۔ اس لیے کوئی کہانی بے مقصد نہیں ہوتی۔ ہر کہانی، زندگی کی ہی کوئی کہانی ہوتی ہے، جہاں زندگی کی سطح پر اسے سمجھنے اور اس کی تفہیم وادراک کی ضرورت ہے۔ بلوچی زبان کے نقاد، محقق اور ماہر لسانیات سید ظہور شاہ ہاشمی اپنی کتاب ''بلوچی زبان وادب کی تاریخ: ایک جائزہ'' میں لوک کہانیوں کی سچائی اور جھوٹ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ؛

> ... جن کو حقیقتاً کسی بھی قوم کی تاریخی اور اجتماعی زندگی کا عکس سمجھنا زیادہ صحیح ہوگا۔ یہ لوک کہانیاں جو آج کل کچھ عجیب سی لگتی ہیں، کوئی من گھڑت یا خود ساختہ چیزیں نہیں تھیں بلکہ اپنی قوم اور مجتمع (معاشرہ) کی صحیح عکاسی کرنے والا نثری ادب یا تاریخ ہیں۔ یہ کہانیاں بالکل حقیقی سرگزشت اور مجتمع کی حقیقی تصویریں تھیں۔ یہ کہانیاں کیسے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

> محفوظ رہیں اس بارے میں کسی بحث و تکرار کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کیوں کہ عورتوں کی اجتماعی زندگی ہی ایسی تھی کہ وہ فارغ اوقات میں خاندان کی عورتیں اکٹھے بیٹھتیں تو افراد، خاندان یا قبائل پر گزرے ہوئے تمام واقعات و حادثات جو اُن کی تاریخ کے حصے تھے بیان کرتی تھیں۔ اور یہ تاریخی اور اجتماعی زندگی کے صحیح واقعات چوں کہ تحریری شکل میں نہیں لائے جاسکے اور نہ ہی شعری ادب کی طرح منظوم تھے اس لیے ان کی راوی عورتیں اکثر و بیشتر مبالغہ سے کام لیتی تھیں جو ہر راوی کا خاصہ ہے۔ اور رفتہ رفتہ ان کہانیوں میں عجیب و غریب تبدیلیاں واقع ہونا شروع ہو گئیں۔ اور بالآخر جب یہ کہانیاں ہم تک پہنچ گئیں تو تعجب خیز اور مُدھش شکل اختیار کر چکی تھیں۔ کیوں کہ مبالغہ آمیزیوں نے ان کی حقیقی صورت مسنح کر کے افسانوی رنگ دے دی تھی۔ اور آج تک یہی لوک کہانیاں ہمیں اسی مبالغہ آمیز شکل میں مل رہی ہیں جن کو لوگ صرف من گھڑت کہانیاں یا افسانے سمجھتے ہیں۔(۵)

اب اگر لوک کہانیوں کے کرداروں کی بات کی جائے تو ہمیں ان کہانیوں میں جنوں، پریوں اور اژدھوں کے بہت سے کردار نظر آتے ہیں یا کئی جگہ بے جان چیزیں بھی چلتی اور باتیں کرتی نظر آتی ہیں اور ہم یہ سوچتے ہوں گے کہ ایسے کرداروں کا انسانی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور انسانی روز مرہ کی زندگی کی ترجمانی نہیں کر سکتے یا انسانی عقل ان پر یقین کرنے سے قاصر رہتا ہے، اسی لیے بعض لوگ انھیں خیالی کردار تصور کرتے ہیں۔ ادب دراصل حقیقت کو بیان کرنے کا نام ہے، اس بارے میں بلوچی نقاد اور محقق جناب اے آر داد لکھتے ہیں؛

> فن اُسی وقت کے پیش آنے والے واقعات کے بیان کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ان واقعات کے بچے ہوئے نوحہ اور درد کا بیان ہے۔ اس لیے جنگوں کے اس ماحول میں جہاں میرے دن رات گزر رہے ہیں، لاشیں گر رہی ہیں، بچے یتیم اور بیویاں بیوہ ہو رہی ہیں، ایک مدت کے بعد تخلیق کا روپ دھار لیتی ہیں۔ جب آنکھیں کھلتی ہیں، کان سنتے ہیں، چیز کو سمجھتے ہیں تو وہ لازمی طور سے تخلیق کے جزو بنتے ہیں لیکن ان کا فن بیان سیدھا اور سچا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ حالات کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوتا ہے جسے مفکر بھول جانے کے باوجود نہیں بھولتا، وہی فن ہے۔(۶)

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

یہ مسلّم حقیقت ہے کہ فکشن اور شاعری میں کوئی بھی واقعہ یا کردار براہ راست بیان نہیں ہوتا کیوں کہ فکشن اور شاعری میں درخت بھی انسان کا کردار ادا کر سکتے ہیں اور جانور بھی۔ وہاں ہر کردار اور چیز کو آرٹ کی نظر سے دیکھا اور فن کارانہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سچائی اور حقیقت کی حدود کہاں تک متعین کی جا سکتی ہیں؟ اگر یہ صرف کردار ہیں تو وہ کہانیوں اور داستانوں میں کیسے شامل ہو گئے؟ کیا آج کے ترقی یافتہ ممالک میں جنات، پریوں اور اژدھاؤں کا وجود نہیں ہے؟ انھیں کہانیوں میں شامل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کو شامل کرنے کے لیے کہانی کار کے مقاصد کیا تھے؟ اور اس سے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ کردار کسی ضروریات کو پوری کر سکتے ہیں؟ کہانیوں میں ان کرداروں کی کیا اہمیت ہے؟ کیا ان کرداروں کا تعلق ہماری حقیقی دنیا اور زندگی سے نہیں؟ اور اگر ہے تو کس حد تک؟ ایسے کرداروں سے ہمارے دلوں میں کس قسم کے خیالات ابھرے ہیں اور ادب میں ان کی اہمیت اور مقام کیا ہے؟(۷)

مفکرین اور ادیب لکھتے ہیں کہ ایک عظیم فن کار یا تخلیق کار اپنی تخلیقات سے فطرت کو رنگ و جلا بخشتا ہے۔ جہاں وہ زندگی گزار رہا ہے وہاں اپنے خواہشات، جذبات اور اپنے خوابوں کو شامل کر لیتا ہے اور ایک ایسی نئی دنیا تخلیق کرتا ہے جو قدیم زمانے سے مشابہت رکھتا ہے اور اس کے الٹ بھی ہوتا ہے۔ اگر آج فکشن نہ ہوتا تو کوئی بھی اس کائنات کو اتنا خوب صورت اور دلکش بنا کر پیش نہیں کر پاتا۔ یعنی فکشن کائنات کو اس کے حقیقی رنگ و رُوپ سے بھی زیادہ خوب صورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالصبور بلوچ اس بارے میں لکھتے ہیں؛

> انسان اپنی وہ خواہشات جو خود اپنے ہاتھوں سے نہیں کر پاتا تو انھیں خوابوں اور خیالوں میں پورا کرتا ہے۔ یا اس کے قرب وجوار میں موجود وہ "مخلوق" جن کی اپنی خصوصیات اور صلاحیتیں ہیں، پھر وہ انھی خصوصیات کے ساتھ خود کو صف بندی کر لیتا ہے۔ وہ کبھی پرندوں کے پروں کو لے کر اڑتا ہے تو کبھی شیر کی طاقت کو اپناتا ہے۔ کبھی غیبی طاقتوں کا مالک بن کر جن و پریوں سے مقابلہ کرتا ہے تو کبھی درختوں کو باتیں کرواتا ہے، جانوروں کی زبان کو سمجھتا ہے، ہوا میں اڑتا ہے، ایک لاٹھی لے کر اپنے آپ کو غائب کرتا ہے، غرض طرح طرح کے ہنر آزما کر اپنا اظہار کرتا ہے۔(۸)

ادب میں، حقیقت پسندی سے مراد کسی چیز کو اس کی حقیقی خصوصیات کے ساتھ بیان کرنا ہے۔ حقیقت پسندی میں چیزوں کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ وہ زندگی کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ بلوچی لوک کہانیوں میں بھی سماج، فرد اور

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

زندگی کی عکاسی اور تشریح کی گئی ہے اور ان چیزوں نے گہرے مشاہدے، فکر، تخیل اور جذبات کے متوازن امتزاج کے ساتھ بلوچی لوک کہانی کے فن کو بام عروج تک پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ بلوچی لوک کہانیوں میں انسان دوستی اور عوام کے مسائل کو بڑے پرتپاک انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ثقافتی و معاشرتی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ یعنی بلوچ کی سماجی و ہمہ گیر زندگی کے ہر پہلو کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ غرض، ہمیں ہر موضوع پر کہانیاں نظر آتی ہیں۔ شے رگام لکھتے ہیں؛

> ملک و قوموں کی تباہی و بربادی کا ذمے دار فرد یا عمل ہمیشہ لوک کہانیوں کا موضوع رہا ہے، جس طرح خوفناک آندھی، بارش اور سیلاب، زلزلہ یا دیگر قدرتی طوفان ہمیشہ سے انسانی زندگی سے وابستہ حقائق رہے ہیں، اس لیے یہ لوک کہانیاں اس تھیم سے منسلک ہیں۔ (۹)

جب ہم بلوچی لوک کہانیوں کی اقسام پر ایک نظر ڈالیں تو موضوعاتی یا کردار کے لحاظ سے حقیقت کے بہت قریب ہیں۔ کیوں کہ تخلیق کاروں نے فن کارانہ انداز میں وہ کہانیاں جو کسی واقعہ کی شکل میں ہوں، انھیں اپنی اصل شکل میں بیان نہیں کیا ہے بلکہ ان میں کمی بیشی ضرور کی ہے۔ اگر کسی واقعہ کو اس کی اصل شکل میں بیان کیا جائے تو کوئی فن باقی نہیں رہتا۔ بلوچی لوک ادب کی مشہور لوک کہانی ''کسمیل و گریہو'' پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں بہت سی چیزیں حقیقت نظر آئیں گے۔ اس لوک کہانی میں جب کسمیل کے والدین کو اولاد نہیں ہوتی تو اس کے والد ایک بزرگ کے پاس چلا جاتا ہے اور اس کے کہنے پر اپنی بیوی کو ایک سیب کھلاتا ہے جس سے کسمیل پیدا ہوتی ہے۔ کہانی کی چند سطریں ملاحظہ ہوں؛

> اللہ کے فضل و کرم سے اُن کے ہاں ایک خوب صورت گڑیا پیدا ہوئی، اتنی خوب صورت کہ کوئی اور نہیں تھی۔ چھٹے دن والدین نے اس کا نام کسمیل رکھا۔ انھوں نے اپنے پڑوسیوں کو بلا کر خوشی منائی۔ برس بیت جاتے ہیں مگر باتیں رہ جاتی ہیں، کسمیل لالہ زار پھول کی طرح کِھل کر بڑی ہو گئی۔ جب وہ ہنستی تھی تو اس کے منہ سے موتیوں کی بارش ہوتی تھی، جب وہ مسکراتی تھی تو گلاب کے پھول برستے تھے، جب وہ روتی تھی تو ہیروں اور جواہرات کی بارش ہوتی تھی۔ اس لیے والدین نے انھیں گھر سے باہر قدم نہیں رکھنے دیا......ایک دن کسمیل کے والدین کئی باہر گئے ہوئے تھے تو اس کی سہیلی

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اسے زبردستی کاریز پر لے گئیں جہاں کچھ لڑکیاں کپڑے دھو رہی تھیں اور کچھ نہا رہی تھیں۔ کسمیل بھی وہیں بیٹھ گئی۔ اسی وقت ایک گھڑ سوار جو شہزادہ تھا شکار سے آیا اور وہیں رک کر لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی نظر کسمیل کی خوب صورت چہرے پر پڑی۔ وہ لڑکیوں سے کہنے لگا کہ مجھے پینے کے لیے پانی چاہیے۔ ایک لڑکی نے اسے پانی کا برتن پیش کیا، اس نے اسے پھینک دیا اور کہا کہ یہ پانی صاف نہیں ہے، اسی طرح اس نے دوسری اور تیسری لڑکی کا دیا ہوا پانی بھی پھینک دیا۔ آخر کار کسمیل کی باری آئی اور جیسے ہی وہ شہزادے کے پاس پہنچی، اس نے اسے اٹھایا اور اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ کسمیل زور سے رونے لگی، ہیرے اور جواہرات گرے اور لڑکیوں نے انھیں اپنے لیے جمع کرنا شروع کر دیا۔ شہزادے نے اتنی خوب صورت لڑکی پہلے کبھی خواب میں نہیں دیکھی تھی۔ وہ کسمیل کو اپنے شاہی محل میں لے گیا اور بڑے دھوم دھام سے اس سے شادی کر لی۔ (۱۰)

کسمیل کے رونے اور ہنسنے سے پھولوں اور یاقوت کا گرنا، یا بادشاہ کے بیٹے کا زبردستی کسمیل کو اپنے ساتھ لے جانا ، یا کسمیل کی جدائی کی غم سے کسمیل کے والدین اپنی آنکھوں سے اندھا ہو جانا، یا کہانی کی ہیرو "گریہو" کا کسمیل کو شاہی محل سے باہر لے آنے کے لیے بوڑھی عورت کو لالچ دینا، یہ سب اس معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں کہ پرانے زمانے میں غریبوں اور بے سہارا لوگوں کے بچوں اور بہوؤں پر بادشاہوں اور طاقتوروں کی طرف سے کس قسم کے مظالم ڈھائے جاتے تھے یا انھیں بہ زور پر اپنا غلام اور لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے اور پھر ان مظالم کے خلاف لوگوں کی مزاحمت ان کے ظلم اور بربریت کی عکاسی کرتی ہے۔ دوسری طرف، بات جب کسمیل کے ہنسنے اور رونے سے پھولوں اور موتیوں کے برسنے کی بات کی جائے تو یہاں تخلیق کار نے اپنی فن کارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسمیل کی خوب صورتی اور دلکشی کو بیان کیا ہے کیوں کہ ایسے الفاظ کے استعمال کے بغیر کہانی اپنی کہانی پن کھو دیتی ہے یعنی وہ صرف ایک خالی فریم بن جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بلوچی لوک کہانیوں میں یہ سچائی اور حقیقت بھی نظر آتی ہے کہ ہر زمانے میں کمزور اور بے بس لوگوں کو دھوکہ دیا گیا ہے اور ان کے مال و جائیداد زبردستی چھین لیے گئے ہیں یا سستے داموں میں خریدے گئے ہیں۔ ان کے مال، مویشی، زمین اور جائیداد بڑی چالاکی سے چھین لی گئی ہیں اور ان پر تشدد بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بلوچی طنز و مزاح والے لوک کہانیوں کو دیکھیں تو حقیقت اور سچائی روز روشن کی طرح عیاں ہے جن میں سچائی، حقیقت، نصیحت

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اور رہنمائی کے عناصر پائے جاتے ہیں۔

> ... بلوچی معاشرتی لوک کہانیوں میں گھروں کے مسائل، ساس اور بہو کی لڑائیاں، بیوی اور شوہر کی ناراضگی، بے روزگاری کے سانحات، مُلاؤں اور پیروں کی ٹھگّی کا ذکر ملتا ہے۔ بادشاہ اور حاکم کے ظلم وستم سے عوام کی زندگی اجیرن نظر آتی ہے اور عوام ان کے ظلم و ستم سے خون کے آنسو روتے ہیں۔ معصوم اور بے قصور لوگ برے لوگوں کے ہاتھوں بیچے جاتے ہیں یا اکثر مسائل اور پریشانیوں کا شکار ہوتے ہیں، یا بہت سے ہیرو یا ہیروئن کو شادی کرنے یا زندگی کے کسی اور کام کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۱۱)

بلوچی لوک کہانیوں میں مذہبی اور سبق آموز کہانیاں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ایسی کہانیوں میں مذہب سے متعلق موضوعات کو سامنے لایا گیا ہے۔ اس طرح کے لوک کہانیوں کا مقصد لوگوں کی بہتری کے لیے بہت سے مذہبی علوم اور حکمت کو سامنے لانا ہے۔ بہت سی جگہوں پر یہ لوک کہانیاں برے لوگوں کی صحبت سے دور رہنے اور سماجی برائیوں سے بچنے کا درس دیتی ہیں یا گھر کے تمام لوگ کسی کردار کے علم یا ذہانت کی کمی کی وجہ سے مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔ پھر کہانی کا ہیرو یا کوئی غیبی طاقت انھیں اس مصیبت سے نجات دلاتی ہے اور کہانی اچھی نصیحت پر ختم ہوتی ہے۔ یا پھر کہانی ''دلاں پیر'' پر ایک نظر ڈالیں، جب دلاں پیر ملک الموت کو اپنے سرہانے پا کر گھبرا جاتا ہے اور اپنا سر ادھر ادھر کرتا ہے تاکہ ملک الموت کو نہ دیکھے، اس کہانی کے اقتباس کی چند سطریں ملاحظہ فرمائیں؛

> اجل کے فرشتے نے کہا کہ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے اسے بہر صورت مرنا ہے، واپس جانا ہے۔ اس نے کہا کہ کہاں ہے تیرا باپ، کہاں ہیں تیرے آباؤ اجداد؟ موت کے فرشتے نے کہا کہ اس خوش فہمی سے نکل آئیں کہ سر کو اِدھر اُدھر پٹکنے سے آپ موت سے چھٹکارا پا سکیں گے تسلی رکھو عقل سے کام لو کہ تیری زندگی کا جام اب لبریز ہو چکا ہے۔ آج تیری باری ہے۔ ملک الموت نے یہ کہہ کر دلاں پیر کی روح قبض کی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ دلاں پیر کی موت پر ہر شخص سوگوار تھا، دل برداشتہ تھا۔ گاؤں کے لوگوں نے دلاں پیر کو بوجھل دل کے ساتھ دفن کیا اور اس پر ایک مزار تعمیر کیا۔ اس زیارت گاہ پر لوگ زیارت کے لیے آتے، اولاد کے لیے منتیں مانگتے۔ بیماروں کے لیے شفایابی اور خوش حالی کی دعائیں کرتے۔(۱۲)

مذکورہ لوک کہانی میں "دلاں پیر" کو ایک نیک انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور دوسری طرف یہ حقیقت دکھائی کہ موت برحق ہے، ایک دن سب کو اس فانی دنیا سے رخصت ہونا ہے، جو شخص لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرے گا، لوگ اسے قیامت تک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ لیکن بلوچی مذہبی لوک کہانیوں میں دنیا کی لوک کہانیوں کی طرح مذہبی رہنماؤں یا پیشواؤں کا ذکر موجود نہیں ہے۔ کیوں کہ بلوچ ایک سیکولر قوم ہے اور وہ صرف انسانیت اور بھلائی پر یقین رکھتی ہے۔ اس بارے میں علی گوہر لکھتے ہیں؛

> اگر آپ دنیا کی دوسری قوموں پر ایک نظر ڈالیں تو ان کی لوک کہانیوں میں آپ کو ان کے مذہبی رہنماؤں یا دیوی دیوتاؤں کی عبادات اور فکر نظر آتی ہے۔ لیکن بلوچ دوسری قوموں کی طرح مذہبی نہیں ہیں، اس لیے ان کی لوک کہانیوں میں ایسے کردار نظر نہیں آتے۔ بلوچی لوک کہانیوں میں بیشتر انسانی اقدار کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔[۱۳]

اگر کوئی تخلیق کار جھوٹی کہانی تخلیق کرتا ہے تو اس میں پیش آنے والے واقعہ یا ایونٹ کو فنی اعتبار سے ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن اسی جھوٹی کہانی میں کسی قوم کی تہذیب و ثقافت، رہن سہن یا وہ مشکلات اور سچائی نظر آئے گی جو کسی معاشرے میں ہو چکے ہیں یا ابھی تک ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی لڑکا لڑکی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو انھیں قتل کر دیا جاتا ہے یا وہ کسی ملک یا شہر میں بھاگ جاتے ہیں، یا ایک ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو معاشرے کے خلاف لڑنے کی طاقت رکھتا ہو یا پھر ان کے گھر والے مجبور ہو کر ان کی شادی کروا دیتے ہیں یا پھر وہ ان سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرنے کا اعلان کر دیتے ہیں۔

بلوچ لوک کہانیوں میں ایک مشہور کہانی "بخت" ہے جس میں ایک لڑکا اپنی بخت کی تلاش میں نکلتا ہے اور جنگل سے گزرتے ہوئے اسے بہت سے جانور ملتے ہیں اور لڑکا ان سے بخت کے بارے میں پوچھتا ہے اور آگے بڑھتا ہے اور دوسرے جانور بھی ان سے کہتے ہیں کہ جب تم بخت سے ملو تو ہمارا پیغام ان تک پہنچا دینا اور واپسی پر ہمیں بتا دینا۔ آخر کار وہ بخت کو ڈھونڈ نکالتا ہے اور اسے اپنے اور راستے میں ملنے والے ہر جانور کے مسائل بتاتا ہے اور بخت ان کے بارے میں جو بھی کہتا ہے وہ واپسی پر ساری باتیں انہیں بتاتا ہے؛

> لڑکے کی زبانی تفصیل سن کر شیر نے کہا اچھا ہوا کہ تم ہاتھ آ گئے وگرنہ میں کسی احمق شخص کی تلاش میں جانے کہاں کہاں مارے پھرتا؟ شیر نے کہا کہ تم سے زیادہ کوئی شخص احمق اور بے وقوف ہو سکتا ہے کہ تم نے لڑکی کی بات پر عمل نہیں کیا جبکہ اس نے کہا

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

تھا کہ میرے ساتھ شادی کرلو، میں تمھاری ہوں اور میرا مال و دولت تمھارا ہے۔ گھوڑے نے کہا کہ میں تیری سواری ہوں تم نے انکار کیا۔ ان سب کو چھوڑ دیں، ایک طرف رکھیں۔ درخت کے نیچے دفن شدہ ایک بڑے خزانے کو تم نے ٹھکرا دیا۔ تم سے زیادہ بے وقوف اور احمق شخص مجھے اور کہاں مل سکتا ہے؟ یہ کہہ کر شیر نے چھلانگ مار کر لڑکے کو دبوچ لیا اور اس کی تکہ بوٹی کر کے ہڑپ کر لیا۔(۱۴)

مندرجہ بالا اقتباس سے پتا چلتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی قسمت اچھی تو ہے لیکن انھیں علم اور ذہانت کی کمی کی وجہ سے ہمیشہ پشیمانی اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کہانی کے تخلیق کار نے بے شک جھوٹی کہانی تخلیق کی ہو لیکن یہ قاری کے لیے جھوٹ نہیں ہو سکتی کیوں کہ ایسے عمل قاری کے معاشرے میں ہر وقت ہوتے رہتے ہیں اور کہانی ان کے لیے حقیقت بن جاتی ہے اگر کسی جھوٹی تخلیق میں سچائی اور حقیقت ظاہر ہو جائے تو اسے تخلیق کار کی فنی صلاحیت کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب بات فیبل اور پیرابل یا لیجنڈ کہانیوں کی آ جائے تو لوگ انھیں تفریح کے لیے پسند کرتے ہیں، لیکن یہی کہانی جو ایک پیغام پہنچا رہی ہے وہی حقیقت ہے، کیوں کہ اس طرح کی کہانیاں ضرور کسی اچھے یا برے نتائج پر ختم ہو کر پیغام رسانی کا کام کرتی ہیں۔

بلوچی لوک کہانیوں کی سب سے بڑی کتاب ''بادشاہ ھداوندوت اَت'' جسے شے رگام نے مرتب کیا ہے، اس کی سب سے پہلی کہانی کا عنوان ہے ''ماہ ءماہیکان''۔ اس لوک کہانی میں بادشاہ یہ اعلان کرتا ہے کہ کل صبح سویرے جو بھی میرے قلعے کے سامنے آ جائے تو میں اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کروادوں گا۔ جب صبح ہوتی ہے تو قلعے کے سامنے سب سے پہلے ایک خونخوار شیر آ کر کھڑا ہو کر کسی کو وہاں قریب آنے نہیں دیتا۔ چار دن تک اسی طرح ہوتا رہتا ہے کہ شیر سب سے پہلے آ کر دوسروں کو وہاں سے بھگا دیتا ہے۔ بادشاہ اپنے قول کی پاسداری رکھتے ہوئے مجبوراً اپنی بیٹی آشا کی اجازت کے بعد اس کا نکاح خونخوار شیر سے کرواتا ہے۔(۱۵) اس کہانی میں شیر بطور علامت استعمال کیا گیا ہے جو طاقتور اور ظالم لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری طرف بادشاہ کا اپنی زبان پر قائم رہنا بلوچ معاشرے اور تہذیب کی عکاسی کرتا ہے اور بادشاہ کی بیٹی کا اپنے والد کے حکم کی پاسداری کرنا بلوچ ویلیوز کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کہانی میں علامت نگاری کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ علامت نگاری کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر واحد بزدار اپنی ترجمہ شدہ کتاب میں لکھتے ہیں:

کیسرر (Cassirer) لکھتے ہیں کہ انسان ایک علامتی جانور ہے، وہ سچائی اور حقیقت کے مظاہر کو دکھانے کے لیے زبان، جنات، مذہب، سائنس اور دیگر علامتوں کا استعمال کرتا

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ہے۔ انسان علامتوں اور ان کے سہارے لے کر حقیقت اور سچائی سے آشنا ہو جاتا ہے۔ (۱۶)

اسی طرح بلوچی لوک کہانی ''میر بل'' میں بھی یہی نصیحت اور سچائی نظر آتی ہے کہ ایک ملک کے مسائل اور مشکلات نہ صرف وزرا سے حل ہو سکتے ہیں بلکہ اگر جمہوریت کی پاسداری رکھتے ہوئے عوام سے بھی پوچھا جائے تو ایک مفکر بھی صحیح اور جامعہ مشورہ اور رائے دے سکتا ہے اور عوام یہ صلاحیت بھی رکھتی ہے کہ کسی مسئلے کو حل کرنے کی تجویز دے سکے۔ دوسری طرف یہ کہانی کسی معاشرے کی عکاسی کرتی ہے کہ کس طرح ماضی میں لوگ حاکم بننے کے لالچ، دوسروں کو نیچا دکھانے اور ایک دوسرے کو مارنے اور قتل کرنے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے تھے۔ ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عالمی دنیا کے معاشرتی نظام کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ حاکم اور عام لوگ کس طرح سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور ایک دوسرے کو ختم کرنے کے لیے کمر بستہ ہیں۔

یہ کہانی قدیم اور جدید معاشروں کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ حقیقت اور سچائی کو بھی بیان کرتی ہے۔ ''میر بل'' لوک کہانی کے بارے میں الطاف بلوچ رقم طراز ہیں؛

> میرے خیال میں یہ ایک علامتی کہانی ہے جو معاشرے میں بہت سی چیزوں کے بارے میں علامتی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بلوچوں کی اپنی تخلیق کی کہانی نہیں ہو سکتی لیکن یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ بلوچ سماج، نفسیات اور بلوچ اقدار کو تخلیق کار نے بہت خوب صورتی اور فن کاری کے ساتھ سمویا ہے۔ (۱۷)

متھ دنیا کے ہر معاشرے میں پائے جاتے ہیں، یہ انسانی تہذیب کے بنیادی حصے ہیں اور ہر تہذیب میں ان کے رنگ و روپ میں فرق ہوتا ہے۔ ان متھ میں انسان کے اپنے خودی کے اظہار کی مثالیں اور شکلیں نظر آتی ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہر تہذیب کے متھ اپنے منفرد انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ متھ سے انسان اپنے معاشرے اور تمام انسانی تہذیبوں کا علم و معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ ایک تہذیب کی ثقافتی کہانیاں ہوتی ہیں جن کی جڑیں عوام کے عقیدے اور مذہب سے جڑے ہوتے ہیں۔ وہ (متھ) اکثر معاشرے کے لوگوں کی بنیادی تاریخ بیان کرتے ہیں یا نادیدہ قوتوں اور طاقتور لوگوں کے واقعات اور موجودگی کی تشریح کرتے ہیں؛

> متھ ہمیں پوری دنیا کے وجود، خدائی اور غیبی طاقتوں کے کردار، نادیدہ قوتوں اور بہادر لوگوں کی شخصیت اور کردار کے بارے میں آگاہی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ قدیم تہذیبوں، رہن سہن اور قدیم انسانی تاریخ سے متعارف کراتے ہیں۔ یہ قدیم کہانیاں جو

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

> ہمیں بہادر لوگوں اور ہیروز کی کہانیوں سے روشناس کراتی ہیں، ساتھ فطرت اور دنیا کے پوشیدہ رازوں اور اسرار و رموز سے آگاہی بھی فراہم کرتی ہیں۔ (۱۸)

مشہور بلوچی لوک کہانی "دو روٹیاں" متھ پر مبنی کہانی ہے جس میں ایک آدمی غریبوں اور مسکینوں کو روزانہ دو روٹیاں کھلاتا ہے۔ ایک دن یہ شخص مر جاتا ہے اور چند ماہ بعد اس کے گھر میں فاقہ کشی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کا بیٹا روز گار کی نیت سے گھر سے نکل جاتا ہے۔ راستے میں اس کی ملاقات ایک بوڑھے آدمی سے ہوتی ہے اور وہ دونوں اکٹھے روانہ ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ کاروبار کریں گے اور جو کچھ بھی کمائیں گے، برابر بانٹ دیں گے۔ کچھ سال بعد لڑکے کی شادی ہو جاتی ہے اور وہ کمائی تقسیم کرنے لگتے ہیں اور بوڑھا آدمی کہتا ہے کہ تم نے اپنی شادی کا خرچ اسی کمائی سے ادا کیا ہے اس لیے تمھیں اپنی بیوی کو آدھا کرنا پڑے گا۔ اسی کہانی کی کچھ سطریں درج ذیل ہیں؛

> بوڑھے نے کہا مجھے کسی کے حصے کی اور نہ ہی پیسوں کی ضرورت ہے اور نہ لڑکی کی۔ میرا جو آدھا حصہ ہے، مجھے وہی چاہیے۔ لڑکے نے بیوی کی طرف دیکھا، پھر بوڑھے کی طرف نگاہ دوڑائی، تلوار نکالی۔ لڑکی کو تلوار کی دھار سے، درمیان سے کاٹ کر اس کے دو حصے کر دیے۔ بوڑھے نے لڑکے سے کہا اب ان دو حصوں کو جوڑ کر یکجا کرو۔ لڑکے نے دونوں حصوں کو ملا کر ان کو یکجا کیا۔ بوڑھے نے اس پر اپنی چادر پھیلا دی۔ درخت کی اس شاخ میں سے، جس کی نشان دہی پرندے نے کی تھی، ایک شاخ کاٹ کر چھڑی بنالی۔ پھر اسے لڑکی کی لاش پر مار کر کہنے لگا۔ اُٹھ بحکم خدا۔ لڑکی چھینک مار کر اٹھ بیٹھی۔ لڑکے کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اسے یوں لگا کہ جیسے کسی نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی ہو۔ (۱۹)

مذکورہ کہانی میں ایک طرف یہ متھ دکھایا گیا ہے کہ بوڑھا آدمی پرندے کی بتائی ہوئی شاخ سے چھڑی بناتا ہے اور کاٹی گئی لڑکی کو دوبارہ زندہ کرتا ہے تو دوسری طرف لڑکے کا اپنی زبان کی پاس داری کو بھی دکھایا گیا ہے۔ یہ کہانی اس سچائی اور حقیقت کو سامنے لاتی ہے کہ پرانے زمانے میں لوگ زبان کی خاطر اپنی جانیں تک گنوا دیتے تھے اور یہ ہمیں یہ پیغام دینا چاہتی ہے کہ ہم زبان کی پاسداری رکھیں اور دھوکا دہی سے بچیں۔ یا پھر کہانی "لقمان حکیم" کو دیکھیں جس میں "برے کام کا برا انجام" کے موضوع پر کہانی پیش کی گئی ہے۔ اس کہانی میں ایک سنگر نامی شخص لقمان حکیم سے قرض لیتا ہے اور پھر واپس نہیں کرتا۔ ایک دن لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم سنگر کے گاؤں جاؤ اور میرے دیے ہوئے

پیسے مانگو۔ لڑکا رختِ سفر باندھ لیتا ہے اور راستے میں ایک بوڑھا آدمی کے ساتھ ہمسفر ہوتا ہے جو اُس طرف جا رہا ہوتا ہے۔ وہ سنگر کے گاؤں پہنچ کر اس کے گھر رات قیام کرتے ہیں اور لڑکا اس سے اپنے والد کی طرف سے دی گئی رقم مانگتا ہے۔ مگر سنگر قرضہ لوٹانے کے بجائے آدھی رات تلوار لے کر انھیں نیند میں مارنا چاہتا ہے۔ لیکن بوڑھے اور لڑکے کے بجائے وہ غلطی سے اپنے دونوں بیٹوں کو مار ڈالتا ہے:

> سنگر مہمانوں سے اجازت لے کر بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس شخص کا قرضہ ہرگز واپس نہیں کروں گا۔ اگر میں اس کا قرضہ واپس کر دوں تو ہمارے لیے کچھ نہیں بچے گا۔ نہ تو میں اپنے بچوں کی شادی کر سکتا ہوں اور نہ ہی اپنا کاروبار چلا سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں آج رات ان دونوں کا کام تمام کر دوں۔ بیوی نے حیران ہو کر کہا کہ تمھارے ہوش ٹھکانے نہیں ہیں۔ اس شخص کے باپ نے احسان کر کے تمھیں قرضہ دیا ہے اور انھی پیسوں کی بدولت تم آج آسودہ اور خوش حال ہو۔ تم اس شخص کے بیٹے کو مارنا چاہتے ہو جو ہمارے بیٹوں کا ہم عمر ہے، جس نے ابھی تک زندگی کی بہاریں نہیں دیکھی ہیں۔ بیوی نے کہا اس بزرگ شخص کا قصور کیا ہے کہ جس کی تم جان لینا چاہتے ہو۔ وہ ایک مسافر ہے جو اس لڑکے کے ہمراہ ہے۔ اس کا تیرے قرضے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
>
> بیوی نے شوہر کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ تم اس طرح کی ظلم وزیادتی اور ناانصافی نہ کرو کہ خدا ناراض ہو جائے۔ اس نے کہا خدا نے تمھیں جوان بیٹے دیے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے گناہوں کی آگ میں میرے بچے جل جائیں۔ شوہر نے طیش میں آ کر بیوی سے کہا کہ تم خاموش رہو۔ میں جانوں اور میرا کام جانے۔[۲۰]

اسی طرح ''غرور کا سر نیچے ہوتا ہے'' کے موضوع پر کہانی ''شاہ سیاب'' اہمیت کی حامل ہے جس میں ایک شخص ایک بڑھیا اور اور اس کے پوتے کی اِئی سالوں تک خیال رکھتا ہے۔ کئی سالوں کے بعد بڑھیا کا پوتا بادشاہ بنتا ہے اور وہ آدمی بہت خوش ہوتا ہے کہ جس غریب آدمی کی میں نے دیکھ بھال کی تھی وہ اب ملک کا بادشاہ ہے۔ ایک دن وہ شخص اس سے ملنے اس کے شاہی محل میں جاتا ہے لیکن اس لڑکے نے کہا کہ میں تمھیں نہیں پہچانتا۔ تم اپنے مال مویشیوں کے ساتھ میرا علاقہ چھوڑ دو، جس راستے سے تم آئے تھے اسی راستے سے واپس چلے جاؤ۔ یہ سن کر وہ شخص بہت دکھی

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ہوتا ہے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اسے بد دعائیں دیتا ہے۔

> زیادہ دیر نہیں گزری کہ ایک ایسی شدید طوفانی ہوا چلی۔ ایسا طوفان کہ آنکھ، آنکھ کو پہچان نہ سکی۔ جب طوفانی ہوا تھم گئی تو بڑھیا کے نواسے نے دیکھا کہ وہی گاؤں ہے، وہی کٹیا ہے، وہی علاقہ ہے اور وہ وہی میں ہے جو بھی تھا، بیل، نہ بادشاہی، نہ شہزادی، نہ وزیر و امیر نہ نوکر نہ چاکر۔ بڑھیا کا نواسہ وہی بوسیدہ کپڑے پہنے اپنی کٹیا کی دہلیز پر بیٹھا ہوا تھا۔ بڑھیا کے نواسے نے جب اپنی یہ حالت دیکھی تو اس نے دھاڑیں مار کر رونا شروع کیا اور اپنی دھاڑ سے پورے گاؤں کو سر پر اٹھالیا۔ روتے بلکتے اسے اونگھ آ گئی ....جب نیند سے بیدار ہوا تو اسے احساس ہوا کہ اپنے تکبر، غرور اور غلط کاریوں کی وجہ سے اس نے اپنا تخت اور بخت خاک میں گنوا دیا ہے۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا، کلہاڑی اٹھائی اور لکڑیاں کاٹنے کے لیے جنگل کی طرف نکل گیا۔ [۲۱]

دیگر موضوعات کی طرح بلوچی لوک ادب میں مذہبی اور متھ کہانیاں بھی بہت پائی جاتی ہیں جنھیں ہم کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ دیگر بلوچی لوک کہانیاں سچائی اور حقیقت سے دُور نہیں ہوتے، اسی طرح مذہبی اور متھ کہانیاں بھی بلوچ معاشرے کی حقیقی ترجمانی کرتی ہیں۔ بلوچی متھ کہانیوں کی اہمیت کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالصبور بلوچ لکھتے ہیں:

> یہ متھ بلوچ معاشرے کے بہت سے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں، خاص طور پر معاشی اور سماجی زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں بہت مدد کر سکتی ہیں۔ اسی طرح بلوچ قوم کے مذہب اور عقائد کے متعلق انھی متھ سے ایک سیدھی لکیر کھینچی جا سکتی ہے۔ [۲۲]

بلوچی لوک کہانیوں میں زیادہ تر ایسے پیغامات ہوتے ہیں جو کسی کو صحیح راستے پر چلنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہ کہانیاں زندگی کے نشیب و فراز، سچائی اور حقیقت، میٹھی اور تلخ حقیقتوں کی مثالیں ہیں جو معاشرے کی صحیح عکاسی کرتی ہیں۔ ان میں علامتی کہانیاں بھی موجود ہیں، سیدھے سادے اور بیانیہ کی شکل میں بھی نظر آتے ہیں، عمارات و قلعوں کی سرگزشت بھی شامل ہیں، کچے مکان اور جھونپڑیوں کے حالات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک طرف ظالم اور بے رحم بادشاہ اور عوام کے برے اعمال کا ذکر ہے تو دوسری طرف فقیروں، خدا شناس اور صوفیاء کا بھی تذکرہ ہے۔ لہٰذا یہ لوک کہانیاں قدرت کے نشیب و فراز کا ایسا تحفہ ہیں جو لوگوں کے دلوں میں سفر باندھ کر ماضی سے حال اور حال سے مستقبل

تک کا سفر طے کرتی چلی آ رہی ہیں۔ اس تخلیقی فن کی مدد سے بہت سے سیاسی اور سماجی مسائل حل ہوئے اور آج بھی حل ہو رہے ہیں۔

بلوچی لوک کہانیاں بلوچ و بلوچستان کی حقیقی تصویر کو دکھاتے ہیں، ہم ان لوک کہانیوں کے مطالعے سے بلوچستان اور اس میں رہنے والوں کی معاشرتی، مذہبی، تہذیب و ثقافتی اور ذہنی ترقی کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ ان کہانیوں میں کائنات اپنے وسیع پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ بہت خوب صورت اور دل نشین نظر آتا ہے۔ لوک کہانیوں میں روز مرّہ کی جنگ و لڑائیاں، پیار و محبت کی باتیں، اٹھنے بیٹھنے کے مناظر، وصل اور ہجر کی ہوائیں، عاشق کی بہادری، حق اور سچائی کا بیان، عاشق اور معشوق کی وفا و بے وفائی، ایمان داری اور مخلصی، حسن اور خوب صورتی کے تمام مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

بلوچی لوک کہانیوں کے بہت سے پہلو ہیں۔ ان میں انسانی جذبات کے قدیم ترین خیال اور نظریے، روایتوں کی پاسداری کے احساسات اچھی طرح نظر آتے ہیں۔ ہر کہانی میں انسانیت کے احساسات و اثرات کو دکھایا گیا ہے۔ ان کہانیوں میں انسانی شعور سے پہلے جادوئی، جنات و پریوں جیسی کہانیاں انسانی زندگی کا لازمی حصہ رہے ہیں جو ان کی عملی زندگی میں کافی حد تک دخل دیتی رہی ہیں۔

بلوچی لوک کہانیوں ہمیں بلوچ اور ان کے زمانے کی تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے، اس دور کے حالات و واقعات آنکھوں کے سامنے چلنے لگتے ہیں۔ اسی دور کے چلتے پھرتے کردار اور ان کے رویے ہم پر آشکار ہونے لگتے ہیں۔ کچھ کرداروں کے مکروہ چہرے جنھیں ہم پارسا سمجھتے تھے، عیاں ہو جاتے ہیں اور جن لوگوں کو ہم قابلِ نفرت اور حقیر سمجھتے رہے ہیں، وہ عظیم لوگ نکلتے ہیں۔ ایک انسان ہی اس معاشرے کا واحد باشندہ ہے جو چہرے پر چہرہ رکھ کر ایک وقت میں مختلف شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کسی کو دھوکا دیتا ہے اور کسی کے ساتھ فراڈ کرتا ہے، کسی کا مال چوری کرتا ہے اور کسی کی عصمت دری کرتا ہے۔ ایسے کردار وہ ہوتے ہیں جو ایک ہی بات پر تُلے ہوئے ہوتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سادہ لوح اور معصوم لوگوں کو اپنی ہوس اور چالاکی سے اپنا شکار بنالیں۔ کبھی کسی جانور نے ایسا نہیں کیا، کسی دوسرے چہرے کو اپنے چہرے پر نہیں لگایا۔ ان کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ وہ فطری تقاضے کو فطرت کے مطابق پوری کرتے ہیں تو کیا انسان جانور کے درجے سے بھی گر گیا ہے؟ یہ سب باتیں ہم اس حقیقت نگاری سے سمجھتے ہیں جو بلوچی لوک کہانیوں میں بیان کی گئی ہے۔ وہ کسی بھی کردار کو کھل کر پیش کرتے ہیں۔ یہ وضاحت سفاک لوگوں کو گراں ضرور گزرتی ہے مگر یہ آگاہی دے جاتی ہے کہ کن کن کرداروں کے لوگ کیا کیا کر سکتے ہیں اور کیا کیا کر گزرتے ہیں۔

آج بھی بلوچی لوک کہانیاں ہمارے معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ پیار و محبت، جنس،

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

بھوک و افلاس، غربت، معاشرتی ناہمواریاں اور وہی سسکتی بلکتی صورتیں ہم اپنے ارد گرد دیکھیں گے اور ان کہانیوں کے ذریعے ہمارے معاشرتی مسائل اور حقیقتوں کو اجاگر کیا گیا ہے اور مختلف اشاروں اور علامتوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ انسانی نفسیات، حالات اور خاص طور پر نام نہاد مردانگی کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

بلوچی لوک کہانی کے تخلیق کار نے اپنی کہانیوں کے کرداروں کو اپنے سماج ہی سے لیا ہے اور اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ یہ معاشرے کا کوئی تلخ واقعہ ہے یا میٹھا۔ اس کا مقصد صرف سچائی کا بیان تھا۔ اسی لیے اُس نے بھوک، افلاس، غربت، محبت اور جنس جیسے موضوعات پر کہانیاں تخلیق کی ہیں۔ اگر آپ بلوچی لوک کہانی کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جو حقائق بیان کیے گئے ہیں وہ کتابوں سے نہیں بلکہ حقیقی زندگی سے ہیں۔ بلوچی لوک کہانیاں انسان کی رمز شناس ہیں کیوں کہ تخلیق کار نے کہانیوں میں اپنے ارد گرد جو کچھ دیکھا اسے حقیقت اور سچائی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

بلوچی لوک کہانیاں خواہ وہ کسی طرح کی بھی ہوں، ان میں کسی نہ کسی طرح سچائی اور حقیقت موجود ہے۔ البتہ بعض اوقات ایسی کہانیاں بھی سامنے آتی ہیں جنھیں انسانی ذہن ماننے سے انکار کر دیتا ہے لیکن پھر بھی اگر ان کا باریک بینی سے مطالعہ کیا جائے تو ان میں کوئی نہ کوئی راز ضرور چھپا ہوگا اور اس راز کو دریافت کرنا ہی فن کاری کہلائے گا جو ہر کسی کی دسترس سے باہر ہے۔

> لوک کہانیوں میں اگرچہ مافوق الفطرت اور محیر العقول واقعات کا غلبہ نظر آتا ہے، جہاں ناممکنات کو بھی ممکنات بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ان کہانیوں میں اساطیری اور غیر فطری کرداروں کے ذریعے ناممکنات کو ممکنات میں تبدیل کرنے کا مقصد بنیادی طور پر انسانی کمزوریوں اور اس کی بے بسی پر غلبہ پانے کی ایک شعوری کوشش ہے کہ انسان اپنے نامساعد حالات پر قابو پانے کا ہنر سیکھ لے، جدوجہد اور امید کے دامن کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دے۔[۲۳]

یہ مسلّم حقیقت ہے کہ آج زبانی ادب وقت کے غبار تلے دب چکا ہے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ انسان ان کہانیوں کے وسیلے سے اپنی ماضی کی خامیوں کو ختم کرکے اچھے کارناموں کو مزید خوب صورت بنانے اور وسیع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ آج دنیا ان لوک کہانیوں کی بدولت جدید تجربے کی طرف بڑھ رہی ہے اور ان کے پس منظر میں حقیقت اور واقعات کو دریافت کر رہی ہے۔ انسان آج ان کہانیوں کے ذریعے ہوا میں اُڑ رہا ہے، سالوں کی مسافت دنوں میں طے کرکے اپنی زندگی کو ہر طرح کی آسائشوں سے مالا مال کرکے دنیا میں امن کا پرچم بلند کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

حواشی

۱۔ ڈاکٹر سید محمد صبا،https://hamariweb.com/articles/76832 ملاحظہ، ۱۰/ جون ۲۰۲۲ء
۲۔ ''لوک ادب''، ملاحظہ ہو:https://www.wujood.com/29772، مؤرّخہ ۲۱/ ستمبر ۲۰۱۵ء، استفادہ مؤرّخہ: ۲۲/ جون ۲۰۲۲ء
۳۔ شے رگام، ''بادشاہ ھدا وندوت اَت'' (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۵)، صxiii
۴۔ طاہر اسلم گورا، ''فکشن گیلری، جدید پاکستانی افسانہ'' (ندارد، ۱۹۹۲ء)، ص۹
۵۔ سیّد ہاشمی، ''بلوچی زبان وادب کی تاریخ: ایک جائزہ'' (کراچی: سیّد ہاشمی اکیڈمی، ۱۹۸۶ء)، ص۱۶۴-۱۶۵
۶۔ اے آر داد، ''نبشتگیں تاک ا'' (کیچ: استین شنگکار، ۲۰۱۶ء)، ص۲۱
۷۔ اسحاق خاموش، ''قصہ، بلوچی قصہاں جِنّ، دیہہ ءُ بلاہ، بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ''، مُرتب: ممتاز یوسف (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء)، ص۹۵
۸۔ ڈاکٹر عبدالصبور بلوچ، ''بلوچی قصہی لبزانک'' (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۶ء)، ص۲۲
۹۔ شے رگام، ''بادشاہ ھدا وندوت اَت'' (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۵ء)، ص۱۷
۱۰۔ میر عاقل خان مینگل، ''گیدی کسّہ ہفتمی'' (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۱۹۷۳ء)، ص۳۲-۳۳
۱۱۔ شرف شاد، ''بلوچی قصہانی بنگپ، زبان وبیان، بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ''، مُرتب: ممتاز یوسف (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء)، ص۴۱
۱۲۔ واحد بزدار، ''بلوچی لوک کہانیاں'' (اسلام آباد، نیشنل بُک فاؤنڈیشن، ۲۰۲۰ء)، ص۳۵
۱۳۔ علی گوہر، ''قصہ ءِ راجد پتر: تہر ءُ بلوچی قصہ، بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ''، مُرتب: ممتاز یوسف (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء)، ص۱۷
۱۴۔ واحد بزدار، ''بلوچی لوک کہانیاں''، ص۵۱
۱۵۔ شے رگام، ''بادشاہ ھدا وندوت اَت''، ص۱-۲
۱۶۔ انیس ناگی، ''شئیرءِ ایراد''، مترجم: واحد بزدار (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۰۱ء)، ص۹۱
۱۷۔ الطاف بلوچ، ''است اَت بادشاہ یے''، مشمولہ ''اوتاک مکران''، والیم ۲، اپریل تا جون، ۲۰۱۸ء، اوتاک مکران پبلشرز، تربت، ص۵۵
۱۸۔ ڈاکٹر غفور شاد، ''بلوچی قصہ ءَ اساطیری کردار بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ''، مُرتب: ممتاز یوسف (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء)، ص۶۶
۱۹۔ واحد بخش بزدار، ''بلوچی لوک کہانیاں'' (اسلام آباد، نیشنل بُک فاؤنڈیشن، ۲۰۲۰ء)، ص۲۸
۲۰۔ ایضاً، ص۴۳
۲۱۔ ایضاً، ص۷۵
۲۲۔ ڈاکٹر عبدالصبور بلوچ، ''شرک ءُ پال'' (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۴ء)، ص۱۲-۱۳
۲۳۔ واحد بخش بزدار، ''بلوچی لوک کہانیاں'' (اسلام آباد، نیشنل بُک فاؤنڈیشن، ۲۰۲۰ء)، ص۹

مآخذ

۱۔ بزدار، واحد، ''بلوچی لوک کہانیاں''، اسلام آباد، نیشنل بُک فاؤنڈیشن، ۲۰۲۰ء
۲۔ بلوچ، عبدالصبور، ڈاکٹر، ''بلوچی قصہی لبزانک''، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۶ء

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۳۔ ــــــــ، ”شرکءُ پال“، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۴ء

۴۔ خاموش، اسحاق، ”قصہ، بلوچی قصہاں جنّ، دیہہ ءُ بلاہ، بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ“، مُرتب: ممتاز یوسف، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء

۵۔ داد، اے آر، ”نبشتگیں تاک ا“، کیچ: استین شنگکار، ۲۰۱۶ء

۶۔ رگام، شے، ”بادشاہ ھدا وندوت اَت“، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۵ء

۷۔ شاد، شرف، ”بلوچی قصہانی بنگپ، زبان و بیان، بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ“، مُرتب: ممتاز یوسف، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء

۸۔ شاد، غفور، ڈاکٹر، ”بلوچی قصہ ءَ اساطیری کردار بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ“، مُرتب: ممتاز یوسف، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء

۹۔ گورا، طاہر اسلم، ”فکشن گیلری، جدید پاکستانی افسانہ“، ندارد، ۱۹۹۲ء

۱۰۔ گوہر، علی، ”قصہ ءِ راجدپتر: تہر ءُ بلوچی قصہ، بلوچی قصہ: ازم ءُ بُن گپ“، مُرتب: ممتاز یوسف، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۲۲ء

۱۱۔ مینگل، میر عاقل خان، ”گیدی کسّہ ہفتمی“، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۱۹۷۳ء

۱۲۔ ناگی، انیس، ”شئیر ءِ ایراد“، مترجم: واحد بزدار، کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۰۱ء

۱۳۔ ہاشمی، سیّد، ”بلوچی زبان و ادب کی تاریخ: ایک جائزہ“، کراچی: سیّد ہاشمی اکیڈمی، ۱۹۸۶ء

رسائل و جرائد

۱۔ ”اوتاک مکران“، والیم ۲، اپریل تا جون، ۲۰۱۸ء، اوتاک مکران پبلشرز، تربت

ویب سائٹس

1. https://hamariweb.com/articles/76832
2. https://www.wujood.com/29772